قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

منگل 20 اپریل 2021ء | 07 رمضان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:94

فرمانِ رسول ﷺ

ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کیسی نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ خواہ رمضان کا مہینہ ہوتا یا کوئی اور۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت اور پڑھتے ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

(بخاری کتاب التھجد باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

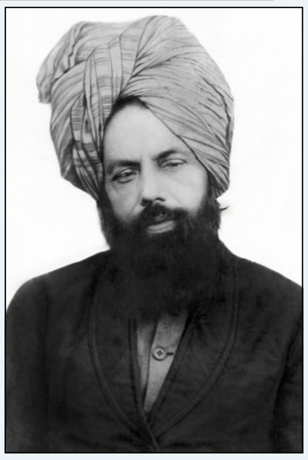

سب سے عمدہ دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو، کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتا اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے‘‘۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 30 ایڈیشن 1988)

بعض دعاؤں کے بارہ میں تو یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہیں التزاماً کیا کرتے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں:

’’میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔

اول: اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

چہارم: پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔

پنجم: اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے‘‘۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 209 ایڈیشن 1988)

ارشاد باری تعالیٰ

تَتَجَافٰی جُنُوۡبُہُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ

(السجدہ: 17)

ترجمہ: اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں (جبکہ) وہ اپنے ربّ کو خوف اور طمع کی حالت میں پکار رہے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا وہ اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

فرمان خلیفۂ وقت

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

بہر حال دعا کا مضمون ایسا ہے جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے شمار جگہ مختلف مجالس میں بھی ذکر فرمایا اور اپنی تحریرات میں بھی لکھا۔ دعا کیا ہے؟ اور اس کے لئے کیسی حالت اختیار کرنی چاہئے؟ دعاؤں کی قبولیت کس طرح ہو سکتی ہے؟ اور دعا ہی تمام مسائل کا حل ہے۔ اس بارے میں جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑا کھول کر بیان فرمایا ہے اور ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ دعاؤں کی طرف خاص توجہ کرو۔ اس ضمن میں آپ کے بعض اقتباسات میں پیش کروں گا۔

دعاؤں کی قبولیت کے لئے ایک بنیادی اور اصولی بات بیان فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’جب تک سینہ صاف نہ ہو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی دنیوی معاملہ میں ایک شخص کے ساتھ بھی تیرے سینہ میں بُغض ہے تو تیری دعا قبول نہیں ہو سکتی‘‘۔ فرماتے ہیں کہ ’’اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہئے اور دنیوی معاملہ کے سبب کبھی کسی کے ساتھ بُغض نہیں رکھنا چاہئے۔ اور دنیا اور اس کا اسباب کیا ہستی رکھتا ہے کہ اس کی خاطر تم کسی سے عداوت رکھو‘‘۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 217-218۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

(خطبۂ جمعہ فرمودہ 29 دسمبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- ذکر خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا (منظوم)
- بھائیو! اپنے مستقبل پر نظر رکھو اور اپنی اولاد کی فکر کرو
- رمضان المبارک اور درود شریف

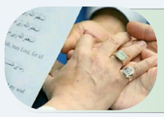

دربارِ خلافت

دنیاوی معاملات میں حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے قانون کی پابندی اور وفاداری سے اطاعت کے باوجود دینی امور میں اس کے غلط عقائد کی پابندی اور اطاعت نہیں کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَذٰلِکَ کِدۡنَا لِیُوۡسُفَ ؕ مَا کَانَ لِیَاۡخُذَ اَخَاہُ فِیۡ دِیۡنِ الۡمَلِکِ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ(یوسف:77) اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی۔ اس کے لئے ممکن نہ تھا کہ اپنے بھائی کو بادشاہ کی حکمرانی میں روک لیتا سوائے اس کے کہ اللہ چاہتا۔یعنی حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہِ مصر کے قانون کے مطابق اپنے حقیقی بھائی کو مصر میں روکنے کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھلوا کر شاہی پیمانہ جو تھا اپنے بھائی کے سامان میں رکھوا دیا اور تلاشی لینے پر اُن کے بھائی کے سامان میں سے ہی وہ پیمانہ نکل آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے کافر اور مشرک بادشاہ کے قانون کے پابند تھے۔ دنیاوی معاملات میں حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے قانون کی پابندی اور وفاداری سے اطاعت کے باوجود دینی امور میں اس کے غلط عقائد کی پابندی اور اطاعت نہیں کرتے تھے۔

پھر قرآنِ کریم میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا

(سورۃ النساء آیت: 60)

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’یعنی اللہ اور رسول اور اپنے بادشاہ کی تابعداری کرو‘‘۔ یہ شہادۃ القرآن میں فرمایا۔ (شہادت القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 332)

پھر ایک دفعہ فرمایا کہ: ’’یعنی اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو‘‘۔ بادشاہوں کی اطاعت اختیار کرو۔ (الحکم 10 فروری1901ء جلد 5 نمبر 5 صفحہ 1)

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں: ’’اے مسلمانو! اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقع ہو تو اس امر کو فیصلے کے لئے اللہ اور رسول کے حوالے کرو۔ اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہو تو یہی کرو کہ یہی بہتر اور احسن تاویل ہے‘‘۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن۔ جلد 3۔ صفحہ 596)

فرمایا کہ: ’’یعنی اگر تم کسی بات میں تنازع کرو تو اس امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف ردّ کرو اور صرف اللہ اور رسول کو حَکم بناؤ، نہ کسی اور کو‘‘۔ (الحق مباحثہ دہلی۔ روحانی خزائن جلد 4۔ صفحہ 184)

اور اللہ اور رسول کا فیصلہ جیسا کہ پہلے مَیں بیان کر آیا ہوں یہی ہے کہ عام دنیاوی حالات میں ایک مومن پہ جو بھی حالات گزر جائیں تو بغاوت نہ کرو۔ اگر کفر کو دیکھو یا کفر کا حکم سنو تو اطاعت اُس حد تک واجب ہے جہاں تک اس کے علاوہ باتیں ہیں۔ اِن باتوں میں اطاعت نہیں ہے۔ لیکن بغاوت کی تب بھی اجازت نہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’قرآن شریف میں حکم ہے اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ۔ یہاں اُولِی الۡاَمۡر کی اطاعت کا حکم صاف طور پر موجود ہے۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ مِنۡکُم میں گورنمنٹ داخل نہیں تو یہ اُس کی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو حکم شریعت کے مطابق دیتی ہے وہ اُسے مِنۡکُم میں داخل کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہم میں داخل ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہئے اور اس کے حکم مان لینے چاہئیں‘‘۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 171 مطبوعہ ربوہ)

فرمایا: ’’اگر حاکم ظالم ہو تو اُس کو برا نہ کہتے پھرو بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو، خدا اُس کو بدل دے گا یا اُسی کو نیک کر دے گا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ

بقیہ صفحہ 5 پر

ذکرِ خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا

ذکرِ خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا

دوستوں دشمنوں میں فرق دابِ سلوک یہ نہیں
آپ بھی جامِ مے اڑا غیر کو بھی پلائے جا

خالی امید ہے فضول سعئ عمل بھی چاہیے
ہاتھ بھی تو ہلائے جا، آس کو بھی بڑھائے جا

جو لگے تیرے ہاتھ سے زخم نہیں علاج ہے
میرا نہ کچھ خیال کر زخم یونہی لگائے جا

مانے نہ مانے اس سے کیا بات تو ہوگی دو گھڑی
قصۂ دل طویل کر بات کو تو بڑھائے جا

کشورِ دل کو چھوڑ کر جائیں گے وہ بھلا کہاں؟
آئیں گے وہ یہاں ضرور تو انہیں بس بلائے جا

منزلِ عشق ہے کٹھن راہ میں راہزن بھی ہیں
پیچھے نہ مڑ کے دیکھ تُو آگے قدم بڑھائے جا

عشق کی سوزشیں بڑھا جنگ کے شعلوں کو دبا
پانی بھی سب طرف چھڑک آگ بھی تو لگائے جا

کلام محمود صفحہ 197

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ

بھائیو! اپنے مستقبل پر نظر رکھو اور اپنی اولاد کی فکر کرو

یہ کوئی مضمون نہیں بلکہ بستر پر لیٹے لیٹے یا سہارے سے بیٹھے بیٹھے اپنے مخلص بھائیوں کے نام ایک دردمند دل کی نصیحت ہے جس کا مخاطب سب سے پہلے میرا اپنا نفس ہے اور اس کے بعد ہمارے خاندان کے افراد ہیں اور پھر ساری جماعت ہے جو خدا کی طرف سے اخوت کی تاروں میں باندھی گئی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ ہم خدا کے مامور و مرسل کے زمانہ سے دن بدن اور لحظہ بہ لحظہ دور ہوتے جا رہے ہیں اور وقت کے قرب کی زبردست مقناطیسی طاقت سے ہر آن محروم ہو رہے ہیں۔ یہ وہ بھاری نقصان ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی مسلمانوں کو بھگتنا پڑا۔ چنانچہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا آخری نقشہ آپ لوگوں کے سامنے ہے جسے اس جگہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اب تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا مبارک زمانہ بھی جلد جلد ختم ہو رہا ہے اور یہ روحانی روشنی پہنچانے والے اور تاریکی میں رستہ دکھانے والے چاند ستارے بڑی سرعت کے ساتھ افقِ قریب میں غروب ہوتے جا رہے ہیں۔ دوستو اور عزیزو! کیا آپ لوگوں نے کبھی اس نقصان کا جائزہ لیا؟ اور اس کے تدارک اور تلافی کی تدبیر سوچی؟ اگر نہیں سوچی تو آخر کب سوچیں گے؟ کیا اس وقت سوچیں گے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی چہرہ کو دیکھنے والے اور آپؑ کی پاک صحبت سے مستفیض ہونے والے اور آپؑ کے مبارک کلام کو سننے والے لوگ سب کے سب اپنی اپنی قبروں میں جا سوئیں گے؟

خدا کرے کہ ایسا نہ ہو مگر سوال یہ ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟ ایک سیدھا سادہ علاج مگر بہت مشکل علاج، بہت ہی مشکل علاج۔ بلکہ شاید اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے ناممکن علاج میں بتائے دیتا ہوں۔ یہ علاج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی عبادات اور ریاضات اور صوم و صلوٰۃ اور دردمندانہ دعاؤں اور تلاوتِ کلام پاک اور مطالعہ حدیث و اقوالِ بزرگانِ سلف اور محبتِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ اور انقطاع الی اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے عجیب وغریب نظاروں میں ملتا ہے جس کے نتیجہ میں آپ تیرہ سو سال پیچھے آنے کے باوجود آگے نکل گئے۔ حتیٰ کہ خدا نے آپؑ کو مخاطب کر کے بڑی محبت و اکرام کے ساتھ فرمایا کہ:

’’آسمان سے کئی تخت اُترے پر تیرا تخت (رسول پاکؐ کے بعد) سب سے اوپر بچھایا گیا‘‘

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 549)

اور خود رسول پاک ﷺ نے بھی عالم کشف میں اپنے اس خادم اور نائب کی بے نظیر خدمات اور ترقیات کا نظارہ دیکھ کر فرمایا کہ: يُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِي

یعنی میرے سلسلہ کے مسیح کی وہ شان ہے کہ مرنے کے بعد اسے میرے ساتھ جگہ دی جائے گی

اس الہام الٰہی اور اس حدیث نبوی میں یہ عظیم الشان بشارت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر غیر معمولی جذب پیدا کرے اور خدا کے خاص فضل و نصرت کا جاذب بنے تو ایک انسان وقت کی حدود کو توڑ کر پہلے آنے والوں سے آگے نکل سکتا ہے۔ اسی بشارت کے فلسفہ کی تشریح میں قرآن مجید نے اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی دو لطیف اصطلاحیں بیان کی ہیں جس میں یہی اشارہ ہے کہ بعض لوگ (یعنی اوّلون) تو وقت کے لحاظ سے آگے آ کر فضیلت حاصل کر لیتے ہیں مگر بعض خوش قسمت لوگ (یعنی سابقون) ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پیچھے آتے ہیں مگر آگے پیچھے کی زنجیروں کو توڑ کر پہلے آنے والوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ جس طرح مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھ سال تک شدید مخالفت کرنے کے بعد مسلمان ہوئے مگر باوجود اس کے کہ وہ اپنی شاندار خدمات اور غیر معمولی اوصاف کی وجہ سے مینار کی طرح بلند و بالا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا جو ہر جہت سے اول بھی تھے اور سابق بھی تھے تمام صحابہ سے جن میں حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر اور قدیم صحابہؓ بھی شامل تھے آگے نکل گئے۔ وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانٍ۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وقت اور زمانہ کی قیود کو توڑ کر آگے نکل جانے والوں میں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی مثال بھی بیان فرمائی ہے جن کی شہادت کی خبر سن کر آپؑ نے اپنی ایک نظم میں یہ حکیمانہ شعر فرمائے کہ:

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار
دشت پُر خار و بلائش صد ہزار
بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم
او پئے دلدار از خود مردہ بود
از پئے تریاقِ زہرے خوردہ بود
زیر ایں موت است پنہاں صد حیات
زندگی خواہی بخورِ جام ممات

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60-61)

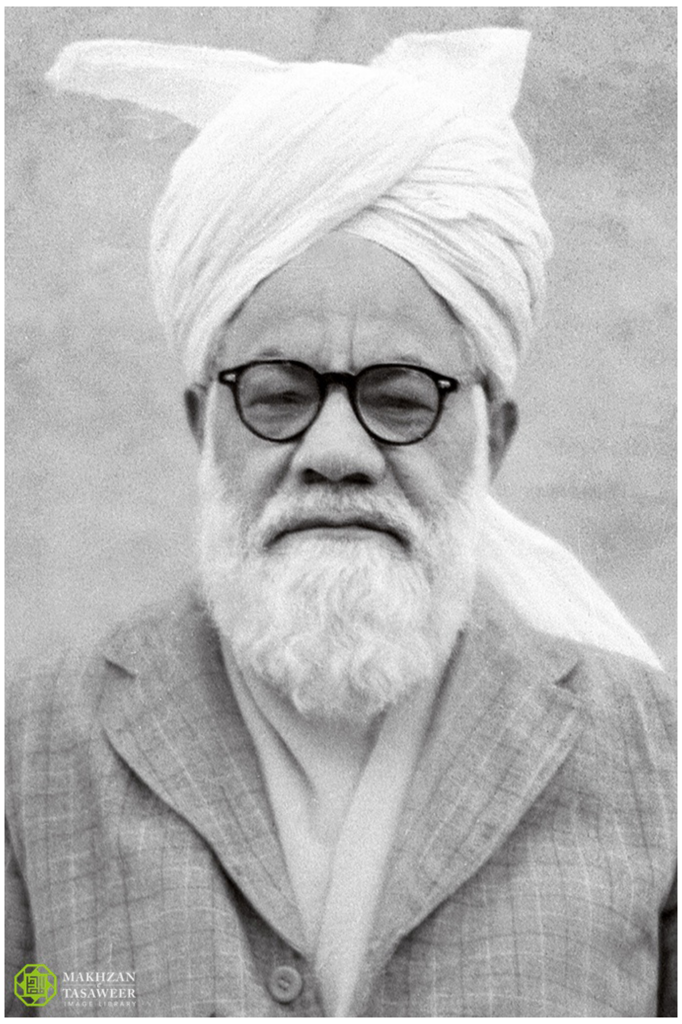

’’یعنی خدا کے کوچہ تک پہنچنے کے لئے لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اس میں کانٹوں کے جنگل ہیں اور ان جنگلوں میں بے شمار قسم کی بلائیں اور تکلیفیں اور آزمائشیں ہیں مگر ذرا اس کابلی بزرگ کی ہمت اور تیز رفتاری ملاحظہ کرو کہ اس نے یہ سارے خطرناک جنگل صرف ایک قدم میں ہی طے کر لئے۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب خدا کی خاطر اپنے نفس پر موت وارد کر چکا تھا۔ اس نے رضائے الٰہی کا تریاق حاصل کرنے کی غرض سے قربانی کا زہر کھا کر اپنے نفس کی لذّات کو ختم کر دیا تھا۔ اس قسم کی موت کے نیچے سینکڑوں زندگیاں پوشیدہ ہیں۔ لہٰذا اگر تم خدا کے رستہ میں خاص الخاص زندگی کے خواہاں ہو تو آؤ تم بھی ایسی موت کا پیالہ چکھ کر زندہ جاوید ہو جاؤ۔‘‘

پس دوستو اور عزیزو! ایک علاج تو یہی ہے جس سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانہ سے دوری کے اثر کو کسی قدر کم اور صحابہ کرام کی صحبت سے محرومی کی کمی کو کسی قدر پورا کر سکتے ہیں مگر یہ علاج بڑا مشکل، بڑا کٹھن اور بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس کے لئے ایک بڑی تلخ موت کے دروازے میں سے گزر کر ’’از جہاں دباز بیروں از جہاں‘‘ کا نظارہ پیش کرنا پڑتا ہے بلکہ دراصل اس شعر والی سُولی پر چڑھنا پڑتا ہے کہ:

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

اس کے لئے اس پُرآشوب مادی زمانہ میں کتنے لوگ تیار ہیں؟ کم، بہت کم، بہت ہی کم بلکہ شاید لاکھوں انسانوں میں سے ایک بھی مشکل سے ملے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتی نوح کو دیکھو اس پیمانہ پر کتنے احمدی نوجوانوں کو معیاری احمدی سمجھا جا سکتا ہے؟ مجھے جواب دینے کی ضرورت نہیں اپنی آنکھوں

سے دیکھو اور اپنے دل سے جواب مانگو۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہ تعداد خدا کے فضل سے بہت کافی تھی مگر اس کے بعد زمانہ کی دوری اور مخلص صحابیوں کی اموات کی کثرت نے قدیم سنت کے مطابق آہستہ آہستہ نقشہ بدلنا شروع کر دیا۔حتیٰ کہ باغِ احمد میں شیریں پیوندی پودوں کی جگہ سے ملے جُلے کھٹے میٹھے تخمی پودوں (یعنی نسلی احمدیوں) کی کثرت شروع ہوگئی اور اس کثرت کی شرح فی صد دن بدن خطرناک طور پر بڑھتی جا رہی ہے۔ اسلام کے دورِ اول یعنی آنحضرت ﷺ (فداہ نفسی) کے زمانہ میں بھی اسلام کو یہی خطرہ پیش آیا تھا مگر اس وقت جہاد کا رستہ کھلا ہونے کی وجہ سے نوجوانوں کے جوشِ اخلاص و قربانی میں طبعی کمی کو کافی حد تک کنٹرول کر لیا گیا تھا مگر یہاں ہماری تبلیغ میں بھی بھاری روکیں حائل ہیں۔ کہیں مالی روکیں، کہیں بیرونی تنظیم کی روکیں اور کہیں اندرونی روکیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

مرا دردیست اندر دل اگر گوئم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اگر یہ روکیں دور ہو جائیں تو اس وقت حالات ایسے ہیں کہ خدا کے فضل سے قلیل عرصہ میں اسلام اور صداقت کے حق میں بھاری تغیر پیدا کیا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک ضروری لازمہ کے طور پر ہمارے نوجوانوں میں اور نسلی احمدیوں میں بھی زندگی کی نئی روح پیدا ہوسکتی ہے۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ تاریخ عالم کا یہ ایک ازلی مشاہدہ ہے کہ جب کسی قوم کا خارجی محاذ کمزور پڑ جاتا ہے تو وہ اندرونی خلفشار کا شکار ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ نیکی کی روح میں انحطاط، قربانی کے جذبہ میں کمی، باہمی اختلافات، عملی کمزوریاں، اعتراض کرنے میں جلد بازی وغیرہ وغیرہ کئی قسم کی اخلاقی اور روحانی بیماریاں جماعتی معاشرہ میں ابھرنے لگ جاتی ہیں۔

مگر قربان جایئے اپنے آقا ﷺ پر کہ آپؐ نے اپنی امت کو کسی حالت میں بھی مناسب نگرانی اور مناسب علاج کے بغیر نہیں چھوڑا اور ہر عارضہ کے لئے حکیمانہ شفا اور حکیمانہ ماحول مہیا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپؐ کو ایک وقت اپنے غزوات کے ہجوم کے دوران میں کچھ عرصہ کے لئے مہلت میسر آئی اور آپؐ نے محسوس کیا کہ کہیں اوپر تلے کے غزوات اور سرایا کی غیرمعمولی گہما گہمی سے وقتی فراغت پا کر صحابہ کی جماعت ایک گونہ بیکار اور رست ہو کر نہ بیٹھ جائے تو آپؐ نے اس وقت کمال حکمت سے صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ

’’یعنی اب ہم چھوٹے جہاد (مراد تلوار کے جہاد) سے فارغ ہو کر بڑے جہاد (مراد اخلاقی اور روحانی تربیت کے جہاد) کی طرف لوٹ رہے ہیں‘‘

اللہ اللہ! یہ کس شان کا کلام تھا جو آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کے اس امّی نبی کے منہ سے نکلا جس کی حکمت کے سامنے آج کی ترقی یافتہ دنیا کا سارا فلسفہ گرد ہے۔تلوار کے جہاد سے واپس لوٹتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب ہمارے لئے چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد میں مصروف ہونے کا وقت ہے جو نفس کا جہاد اور جماعتی تربیت کا جہاد اور قومی تنظیم کا جہاد ہے۔ اس موقع پر جماعتی تربیت کے سوال کو بڑا جہاد قرار دینے میں دو عظیم الشان نفسیاتی نکتے مضمر ہیں۔ اول اس میں علم النفس کے اس لطیف اصول کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ کسی سوال کی اہمیت صرف ذاتی ہی نہیں ہوا کرتی بلکہ اضافی اور نسبتی بھی ہوا کرتی ہے جو ماحول اور وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ کم و بیش ہوتی رہتی ہے اور چوکس مومنوں کا فرض ہے کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق پیش آمدہ مسائل کی طرف توجہ دیں اور آنکھیں بند کر کے صرف ایک بات کی طرف ہی جھکے نہ رہیں۔ اس طرح مختلف حالات میں جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر کی تعریف بدلتی رہے گی۔ کسی وقت جب کوئی ظالم دشمن اسلام کو تلوار کے زور سے مٹانے کے لئے اٹھے گا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تو اس وقت جہاد بالسیف کے ذریعہ اپنا دفاع کرنا اور ترقی کا راستہ کھولنا جہادِ اکبر ہو گا۔لیکن اگر دشمن علمی اعتراضوں کے ذریعہ اسلام پر حملہ آور ہو گا تو علمی تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی فوقیت ثابت کرنا اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت کرنا اور مالی امداد کے ذریعہ اسلام کی مضبوطی کا انتظام کرنا جہادِ اکبر بن جائے گا اور بعض اوقات جب قوم اسلامی تربیت کو کھو کر تنزل کے گڑھے میں گر رہی ہو گی تو ایسے وقت میں مسلمان نوجوانوں کو عمدہ اخلاقی اور روحانی تربیت کے ذریعہ اوپر اٹھانا جہادِ اکبر ہو گا اور باقی جہاد جہادِ اصغر کا رنگ اختیار کر لیں گے اور یہی وہ نفسیاتی نکتہ ہے جس کی طرف ہمارے آقا ﷺ نے اوپر والے زرّیں ارشاد میں توجہ دلائی ہے۔یعنی یہ کہ وہی جہادِ اکبر ہے جو وقت کے تقاضے کے مطابق کیا جائے۔ علاوہ ازیں حضورؐ کے ارشاد میں یہ ضمنی اشارہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی بے کار اور رست ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق بہرحال کوئی نہ کوئی دینی جہاد جاری رکھنا چاہئے کیونکہ قوموں کی باہمی دوڑ میں جو قوم بھی سست ہو گی اور رُکے گی وہ فوراً گر کر دوسروں کے پاؤں کے نیچے روندی جائے گی۔ یہ خدا کا ازلی اور اٹل قانون ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔

دوسرا متقابل نکتہ، بہت بڑا نکتہ، بڑا عظیم الشان نکتہ، قوموں میں دائمی زندگی پیدا کرنے والا نکتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے اس ارشاد میں کہ ’’اب ہم چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں‘‘ یہ ہے کہ آپ نے نسبتی لحاظ سے نہیں بلکہ واقعی اور حقیقتاً نفس کے جہاد اور تربیت والے جہاد کو تلوار کے جہاد سے افضل قرار دیا ہے اور اسلامی تعلیمات کا گہرا مطالعہ کرنے والے لوگ جانتے ہیں کہ یہی درست ہے۔کیونکہ اسلام مذہب کی اشاعت میں ہرگز ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دیتا جیسا کہ قرآن صاف الفاظ میں فرماتا ہے لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ ’’یعنی دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں بلکہ اے رسول! تمہارا کام صرف یہ ہے کہ خدا کے دین کی طرف حکمت اور پند و نصیحت کے طریق پر بلاؤ۔‘‘ تلوار کے استعمال کی اجازت صرف مظلوم ہونے کی حالت میں دی گئی ہے بلکہ دشمن تلوار کے زور سے اسلام کو مٹانے کا اقدام کرے اور بربادی پر مصر ہو ورنہ اسلام کا اصل بنیادی نظریہ پُر امن تبلیغ اور علمی اور روحانی ذرائع کے استعمال سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات و سرایا سے کسی قدر مہلت پائی آپؐ نے اسلام کے بنیادی فریضہ کے پیشِ نظر مسلمانوں میں اعلان فرمایا کہ اب اس فراغت کو غنیمت جانتے ہوئے ہمیں جہادِ اکبر یعنی نفس کے جہاد اور علمی جہاد اور جماعتی تربیت کے جہاد میں مصروف ہو جانا چاہئے جو ہمارا اصل جہاد ہے۔

پس اے ہمارے دوستو اور بھائیو اور عزیزو! اس وقت ہمارے رستہ میں بھی بعض تبلیغی روکیں حائل ہیں بعض ملکوں میں تو ہمارا رستہ ملکی قانون کے ماتحت بالکل ہی بند ہے اور بعض میں رستہ تو کھلا ہے مگر توسیع کے کام میں بھاری مالی تنگی روک ہے اور ہم اپنے کام کو محدود رکھنے پر مجبور ہیں اور بعض میں قانونی روک تو شاید نہیں ہے مگر ملکی مصالح سدّ راہ ہو رہے ہیں۔ ایسی صورت میں کمزور طبائع میں مذہبی جذبہ کی کمی کا پیدا ہو جانا اور دینی ولولہ کا کمزور پڑ جانا ایک حد تک طبعی امر ہے۔ اس کمی اور اس کمزوری کو دور کرنے کا وہی حکیمانہ نسخہ ہے جو ہمارے آقا (فداہ نفسی) نے بیان فرمایا ہے یعنی اس صورت میں ہمیں جہادِ اصغر (یعنی بے وقت جہاد) سے جہادِ اکبر (یعنی وقت کے مناسبِ حال جہاد) کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جہاد کی موٹی اقسام یہ تین ہیں:

(1) تلوار کا جہاد یعنی تلوار کے ذریعہ حملہ آور ہونے والے دشمن کا جو اسلام کو تلوار کے زور سے مٹانا چاہتا ہو تلوار سے مقابلہ کرنا۔

(2) تبلیغ کا جہاد یعنی دلائل و براہین اور روحانی ذرائع سے اسلام کی اشاعت اور استحکام اور ترقی کا انتظام کرنا۔

(3) تربیت کا جہاد یعنی مسلمانوں کو سچا مسلمان بنانے اور نوجوانوں کو اسلامی طریق کے مطابق تربیت دینے کا انتظام کرنا۔

جہاں تک تلوار کے جہاد کا سوال ہے نہ تو اس وقت اس کے حالات موجود ہیں اور نہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اس کی اجازت ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ صحیح بخاری میں مسیح موعود کے نزول کے ذکر کے تعلق میں

صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ یَضَعُ الْحَرْبَ یعنی جب میری امت کا مسیح آئے گا تو وہ تلوار کے جہاد کو ملتوی کر دے گا کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔عقلاً بھی ظاہر ہے کہ تلوار کی ضرورت صرف تلوار کے مقابلہ پر ہی پڑ سکتی ہے ورنہ اسلام تو درکنار کوئی معقول مذہب بھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ یونہی لوگوں کی گردنیں اڑاتے پھرو۔باقی رہے دوقسم کے جہاد یعنی تبلیغ کا جہاد اور تربیت کا جہاد۔سو وہ بے شک اسلام کی دائمی اور ہمیشہ قائم رہنے والی تعلیم کا ضروری حصہ ہیں اور عام حالات میں ہر الٰہی جماعت کو رتھ کے دو پہیوں کی طرح ان دونوں قسم کے جہادوں کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے۔مگر بعض اوقات مخصوص قومی یا ملکی حالات کے ماتحت یا خاص قسم کے اندرونی یا خارجی تقاضوں کے مطابق ان کے باہمی توازن میں فرق پڑ جاتا اور کمی بیشی ہو جاتی ہے۔یعنی بعض حالات میں تبلیغ پر زیادہ زور دینا پڑتا ہے اور بعض دوسری قسم کے حالات میں تربیت کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت پیش آتی ہے خواہ یہ ضرورت اختیاری صورت میں ہو یا کہ مجبوری کی صورت میں جیسا کہ آج کل ملک کے اندرونی حالات کا تقاضا ہے۔بہر حال آج کل ہماری بڑی پرابلم جماعت کے نوجوانوں اور خصوصاً نسلی احمدیوں کی تربیت ہے تا کہ انہیں زمانہ کی شر بار ہواؤں سے بچا کر اور مادیت کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھ کر اسلام اور احمدیت کی روح پر قائم رکھا جا سکے اور یہی میرے اس مضمون کا مرکزی نقطہ اور حقیقی آل ہے اور اسی کی طرف اس وقت اندرونِ ملک میں جماعت کی خاص توجہ مبذول ہونی چاہئے۔یہ کام کس طرح سرانجام دیا جائے؟ اس کے لئے کسی لمبی چوڑی تلقین کی ضرورت نہیں۔قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اس معاملہ میں زرّیں ہدایات سے بھری پڑی ہیں۔ اصل چیز جس کی ضرورت ہے وہ احساس اور توجہ ہے۔اگر جماعت میں نوجوانوں کی تربیت کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ اس سوال کی عظیم الشان اہمیت کو سمجھ لے تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے قرب کی وجہ سے نیز خلافت جیسی الٰہی نعمت کے موجود ہونے کے نتیجہ میں ہمارے اندر ایمان و اخلاص کی زبردست چنگاریاں موجود ہیں۔بس ذرا سی ہوا دینے سے وہ بھڑک اٹھنے کے لئے تیار ہیں وَلَوْلَا تَمْسَسْهُ نَارٌ۔

پس دوستو اور عزیزو! خدا کے لئے اس طرف توجہ دو اور اپنی اولادوں کے مستقبل کی فکر کرو اور جماعت کے قدم کو نیچے کی طرف جانے سے بچاؤ اور ان کے اندر اسلام اور احمدیت کی ایسی شمع روشن کر دو جس سے ہر اگلی نسل کی شمع خود بخود روشن ہوتی چلی جائے۔اور قرآن کے اس زبردست انداز کو ہمیشہ یاد رکھو کہ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ڈرا دینے والے شعر کو بھی کبھی نہ بھولو کہ:

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

میں چاہتا تھا کہ تربیت کے متعلق بھی کچھ تفصیلی ہدایات نوٹ کر دیتا مگر میں نے اپنی موجودہ علالت اور کمزوری اور تکان کی حالت میں یہ نوٹ بھی بڑی مشکل سے رُک رُک کر لکھا ہے اور اب میں تھک گیا ہوں اس لئے فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔البتہ دوستوں کے مشورہ کے لئے اس قدر بتائے دیتا ہوں کہ یوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر کتب تربیتی مضامین سے بھری پڑی ہیں مگر خاص طور پر دو کتابیں اس میدان میں بڑی شاندار ہیں انہیں دوست خود بھی ضرور مطالعہ کریں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی ضرور پڑھائیں اور بار بار پڑھاتے رہیں کہ ان سے انشاء اللہ انہیں عظیم الشان فوائد حاصل ہوں گے۔یہ دو کتابیں یہ ہیں:

(اول) کشتی نوح یا اس کا خلاصہ یعنی ہماری تعلیم

(دوم) ملفوظات یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائریاں جن کے اس وقت تک دو حصے چھپ چکے ہیں۔

یہ دونوں کتابیں تربیت کے میدان میں جواہرات کی عدیم المثال کانیں ہیں جن کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں۔انہیں کی ادنیٰ تشریح میں اور بعض مزید قرآن و حدیث کے حوالوں کے لئے اگر اس خاکسار کی تصنیف ”جماعتی تربیت اور اس کے اصول“ کا بھی مطالعہ کیا جائے اور نوجوانوں کو پڑھا کر اس میں ان کا امتحان لیا جائے تو انشاء اللہ مفید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہمارے بچوں کو اور ہماری آئندہ نسلوں کو اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھے اور ہمارا انجام اس کی رضا پر ہو۔آمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

(محررہ 15اگست 1961ء)

(روزنامہ الفضل ربوہ 19 اگست 1961ء)

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے، مومن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔ (الحکم 24 مئی 1901ء۔نمبر 19 جلد 5 صفحہ 9 کالم نمبر 2)

یہ نیکی کے نمونے ہیں جو احمدیوں کو بھی قائم کرنے چاہئیں بلکہ احمدیوں کو ہی قائم کرنے چاہئیں۔اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے مراد صرف مسلمان حکمران نہیں۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”بعض مسلمان غلطی سے اس آیت کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف مسلمان حکّام کے حق میں ہے کہ اُن کی اطاعت کی جاوے۔لیکن یہ بات غلط ہے اور قرآنِ کریم کے اصول کے خلاف ہے۔ بیشک اس جگہ لفظ مِنْکُمْ کا پایا جاتا ہے۔مگر مِنْکُمْ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو تمہارے ہم مذہب ہوں بلکہ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو تم میں سے بطور حاکم مقرر ہوں۔ مِنْ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کفار کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ (الانعام: 131)۔اس آیت میں مِنْکُمْ کے معنی اگر ہم مذہب کریں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ نعوذ باللہ من ذالک، رسول کفار کے ہم مذہب تھے۔پس ضروری نہیں کہ مِنْکُمْ کے معنی ہم مذہب کے ہوں۔یہ اور معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اس جگہ اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ حاکم جو تمہارے ملک کے ہوں یعنی یہ نہیں کہ جو حاکم ہو اُس کی اطاعت کرو بلکہ اُن کی اطاعت کرو جو تمہارا حاکم ہو۔اور فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ کے یہ معنی نہیں کہ قرآن و حدیث کی رُو سے فیصلہ کر لو۔بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر حکام کے ساتھ تنازع ہو جائے تو خدا اور اُس کے رسول کے احکام کی طرف اُس کو لوٹا دو۔اور وہ حکم یہی ہے کہ انسان حکومتِ وقت کو اُس کی غلطی پر آگاہ کر دے۔اگر وہ نہ مانے تو پھر اللہ تعالیٰ پر معاملہ کو چھوڑ دے۔وہ خود فیصلہ کرے گا اور ظالم کو اُس کے کردار کی سزا دے گا“۔

جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں بیان کر آیا ہوں، آپ بھی یہی دلیل دے رہے ہیں۔پھر فرماتے ہیں کہ ”قرآنِ کریم میں حضرت یوسف کا واقعہ جس طرح بیان ہوا ہے وہ بھی دلالت کرتا ہے کہ حاکم خواہ کسی مذہب کا ہو اُس کی اطاعت ضروری ہے۔بلکہ اگر اُس کے احکام ایسے شرعی احکام کے مخالف بھی پڑ جاویں جن کا بجالانا حکومت کے ذمہ ہوتا ہے تب بھی اُس کی اطاعت کرے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اُن کے بھائی اُن کے پاس چھوٹے بھائی کو لائے تو وہ اُن کو وہاں کے بادشاہ کے قوانین کی رو سے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے اس لئے خدا نے اُن کے لئے خود ایک تدبیر کر دی“۔اسی طرح آپ آگے جا کر فرماتے ہیں کہ ”یہ جو آیت ہے اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ (یوسف:56) اس کے نیچے تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔ اس نے اس کی تفسیر بیان کی ہے۔یعنی اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ ”ظالم بلکہ کافر بادشاہ کی طرف سے عُہدوں کا قبول کرنا اس شخص کے لئے جائز ہے جو اپنی جان پر اعتبار رکھتا ہے کہ وہ حق کو قائم رکھ سکے گا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ حق کے قیام سے یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی شریعت کو چلا سکے۔کیونکہ جیسا کہ حضرت یوسف کے بھائی کے معاملہ سے ظاہر ہے، کافر کی ملازمت کے لئے یہ شرط نہیں کہ مومن اپنا ذاتی خیال چلا سکے۔پس حق کی حفاظت سے یہی مراد ہے کہ ظلم کی باتوں میں ساتھ شامل نہ ہو جائے۔پس حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ سے بھی ظاہر ہے کہ خواہ گورنمنٹ کافر ہی کیوں نہ ہو، اُس کی وفاداری ضروری ہے۔(ترکِ موالات اور احکام اسلام، بحوالہ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 259، 260)

(خطبہ جمعہ یکم اپریل 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

کریم الدین شمس، مبلغ سلسلہ تنزانیہ

رمضان المبارک اور درود شریف

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔

(سورۃ الاحزاب آیت:57)

خدا اور اسکے سارے فرشتے اس نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایماندارو! تم بھی اس پر درود بھیجو اور نہایت اخلاص اور محبت سے سلام کرو۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم۔ روحانی خزائن جلد 1 ص 24)

لفظ دورد درد سے نکلا ہے جسکا مطلب ہے درد، سوز و گداز، رقت، حضور قلب اور تڑپ سے گداز ہو کر کی جانے والی دعا۔

امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں :

درود بھی درد سے ہی نکلا ہوا ہے یعنی خاص درد، سوز، گداز اور رقت سے خدا تعالیٰ کے حضور التجا کرنی کہ اے مولا! تو ہی ہماری طرف سے خاص خاص انعامات اور مدارج انحضرت ﷺ کو عطا کر۔ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔اور کس طرح سے آپکے احسانات کا بدلہ دے سکتے ہیں بجز اسکے کہ تیرے ہی حضور میں التجا کریں کہ تو ہی آپ انکو ان سچی محنتوں اور جانفشانیوں کا سچا بدلہ دے جو تو نے آپکے واسطے مقرر فرما رکھا ہے وہ آپ کو عطا فرما۔انسان جب اس خاص رقت اور حضور قلب اور تڑپ سے گداز ہو کر آپ کے واسطے دعائیں کرتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے مدارج میں ترقی ہوتی ہے اور خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے اور پھر اس دعا گو، درود خواں کے واسطے بھی ادھر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ایک درود کے بدلہ میں دس گنا اجر اسے دیا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی روح اس درود خواں اور آپکی ترقیٔ مدارج کے خواہاں سے خوش ہوتی ہے اور اس خوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کو دس گنا اجر عطا کیا جاتا ہے۔انبیاء کسی کا احسان اپنے ذمہ نہیں رکھتے۔

(الحکم 6 اپریل 1908ء)

صَلَّ ،یُصلِّی، صَلَاۃً۔ جسکے معنٰی درود شریف کے کئے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق قرآن کریم کی بعض آیات اور انکے معانی درج ذیل ہیں:

1۔ ھُوَ الَّذِیۡ یُصَلِّیۡ عَلَیۡکُمۡ وَ مَلٰٓئِکَتُہٗ

(الاحزاب:44)

وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے بھی۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

2۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡھِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ

(البقرۃ:157)

یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں ہیں اور رحمت ہے۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

3۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَآئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ

(الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اسکے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صلَّ، یُصَلِّ کے معنٰی دعا کرنے کے ہیں۔اور الصلوٰۃ کے اصطلاحی معنٰی۔۔۔اس مخصوص طریق سے دعا کرنا، جس میں رکوع وسجود ہوتے ہیں جس کو ہماری زبان میں نماز کہتے ہیں۔ اسکے علاوہ اس کے اور بھی کئی معانی ہیں جو بے تعلق نہیں بلکہ سب ایک ہی حقیقت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے دوسرے معنٰے درج ذیل ہیں:۔۔رحمت۔۔شریعت۔۔۔بخشش مانگنا۔۔۔دعا۔۔۔بڑائی کا اظہار۔۔برکت۔۔۔۔۔۔۔

اور صلوٰۃ کا لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جائے تو اس کے معنٰی رحم کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور جب ملائکۃ کے لیے استعمال ہو تو اس وقت اس کے معنٰی استغفار کے ہوتے ہیں۔اور جب مومنوں کے لیے بولا جائے تو اس کے معنٰی دعا یا نماز کے ہوتے ہیں اور جب پرند اور حشرات کے لیے استعمال ہو تو اسکے معنٰی تسبیح کرنے کے ہوتے ہیں ۔۔۔۔۔اور لفظ صلوٰۃ صرف نیک دعا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن لفظ دعا، بد دعا اور نیک دعا دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔۔۔اس (لفظ صلاۃ۔ ناقل) کے (ایک) معنٰی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم کی بہترین تعریف کے ہوتے ہیں۔۔۔۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ:98)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے اور دعاؤں کی قبولیت کیلئے درود شریف بہت اہم چیز ہے۔ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے اور اپنی دعاؤں کو اللہ کے حضور قبولیت کا درجہ دلوانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کا وسیلہ اختیار کریں اور اس کا سب سے بہترین ذریعہ جس طرح احادیث میں آیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بیان فرمایا ہے، یہی ہے کہ کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہئے۔ پس رمضان المبارک کے مہینہ سے درود شریف کا بہت گہرا تعلق ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

دعاؤں کی قبولیت کیلئے درود شریف بہت اہم چیز ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے۔ احادیث میں بھی اس کا بہت ذکر آتا ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی درود کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس لیے ہمیں عموماً درود کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اور اس مہینہ میں خاص طور پر اس طرف توجہ رکھنی چاہیے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی خاص تحریک فرمائی تھی تو میں بھی اس کا اعادہ کرتے ہوئے یاد دہانی کرواتا ہوں کہ اس مہینہ میں درود بہت پڑھیں۔۔۔۔۔آنحضرت ﷺ پر بھیجا گیا یہ درود آپ کی جسمانی اور روحانی اولاد کی تسکین کا باعث بھی بنتا ہے۔ ترقیات کے نظارے بھی ہمیں نظر آتے ہیں آنحضرت ﷺ کے پیاروں سے پیار کا بھی یہ ایک بہترین اظہار ہے اور اس زمانے میں آپ ﷺ کے عاشق صادق مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے مقاصد کی تکمیل میں بھی یہ درود بے انتہاء برکتوں کے سامان لیکر آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دنوں میں خاص طور پر درود پڑھنے کی، زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر یہ درود جو ہے ہماری ذات کیلئے بھی برکتوں کا موجب بننے والا ہوگا۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ نمبر 636، 637)

احادیث مبارکہ و ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے واضح ہوتا ہے کہ درود شریف درحقیقت ایک ایسی دعا ہے جسمیں سب دعائیں آجاتی ہیں۔ پھر یہ ایک ایسی دعا ہے جو نہ صرف آنحضرت ﷺ تک پہنچائی جاتی ہے بلکہ پایۂ قبولیت تک پہنچتی ہے سو رمضان المبارک سے درود شریف کا گہرا رشتہ بن جاتا ہے۔ خاکسار اس حقیقت کو امام الزمان حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلاۃ والسلام کے توسط سے ہی قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہے۔

(روایت حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ) ۔۔۔ایک روز جب کہ میں قادیان آیا ہوا تھا اور مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے عرض کیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ میں اپنی تمام خواہشوں اور مرادوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے درود شریف ہی کی دعا مانگا کروں۔ حضورؑ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور تمام حاضرین سمیت ہاتھ اٹھا کر اسی وقت میرے لیے دعا کی. تب سے میرا اس پر عمل ہے کہ اپنی تمام خواہشوں کو درود شریف کی دعا میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں اور یہ قبولیت دعا کا ایک بہت بڑا ذریعہ میرے تجربہ میں آیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۔ محمد صادق۔ 18۔اپریل 1934ء

اسی مضمون کی ایک حدیث شریف ترمذی ابواب صفۃ القیامہ میں یوں بیان ہوئی ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کا تہائی حصہ گذر جاتا تو حضرت نبی کریم ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ اللہ کی یاد میں مشغول ہوجاؤ۔صور کا وقت آ گیا ہے۔ پھر اسکے بعد دوسری مرتبہ بھی پھونکا جائے گا۔ پھر موت بھی اپنی سختیوں کے ساتھ آن پہنچی ہے۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں اپنی دعا کے وقت کا اکثر حصہ حضور ﷺ پر درود بھیجنے میں صرف کرتا ہوں۔ بہتر ہو کہ حضور ﷺ ارشاد فرمائیں کہ میں اپنی دعا کے وقت میں سے کس قدر حصہ حضور ﷺ پر درود بھیجنے کے لیے مخصوص کر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے عرض کی کہ کیا ایک چوتھائی وقت؟ فرمایا جتنا چاہو۔اگر اس میں اضافہ کرلو تو تمہارے لیے اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کیا نصف وقت؟ فرمایا جتنا چاہو۔اگر اس میں اضافہ کرلو تو اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کہ کیا دو تہائی وقت؟ فرمایا جتنا چاہو۔اگر اس میں اضافہ کرلو تو اور بھی بہتر ہے۔میں نے عرض کی کہ آئندہ مَیں اپنی دعا کا سارا وقت حضور ﷺ پر درود کے لیے مقرر کرتا ہوں۔حضور ﷺ نے فرمایا تو اس صورت میں تمہارے تمام ہمّ وغم دور ہوجائیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف ہوجائیں گے۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

یعنی درود شریف ہم وغم دور کرنے اور گناہوں کی بخشش کا بہترین ذریعہ ہے۔

امام آخرالزمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے کیا خوب اپنا ذاتی عمل ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

ہر کسے اندر نماز خود دعائے میکند
من دعا ہائے بروبار تو اے باغ و بہار

یعنی دوسرے لوگ تو اپنی نماز میں اپنے ذاتی مطالب کے لیے دعائیں کرتے ہیں مگر میں محض آنحضرت ﷺ کے مقاصد کے پورا ہونے کے لیے اور حضور ﷺ کے رفع درجات کے لیے دعائیں کیا کرتا ہوں۔

درود شریف کی اہمیت و برکات اور فضائل

عاجز اپنے اس مضمون کو چند احادیث نبویہ ﷺ اور بعض ارشادات امام الزمان سے مزین کرنا چاہتا ہے۔

1۔ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں۔ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

سیدنا احمد علیہ السلام فرماتے ہیں:

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت۔ بشو از دل ثناخوان محمد

یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری مدح و ثنا ہو تو تم سچے دل سے آنحضرت ﷺ کے ثناخواں بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدح و ثناء کرے گا اور کرائے گا۔

یہ کم از کم اجر ہے جو ہر اس درود پڑھنے والے کو ملے گا جس کے درود کو اللہ تعالیٰ کی ستاری و کرم سے شرف قبول بخشا جائے گا جس قدر زیادہ محبت واخلاص اور پابندی شرائط کے ساتھ درود بھیجا جائے گا اسی قدر اجر زیادہ ہوگا۔

2۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ پر عمدگی سے ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر مرتبہ درود بھیجیں گے اب کوئی چاہے تو اس میں کمی رکھے اور چاہے تو زیادہ کرے۔ (جلاء الافہام بحوالہ مسند امام احمد)

ایک دوسری حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو مسلمان بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے، تو وہ جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اس وقت تک فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اب چاہے تو اس میں کمی کرے اور چاہے تو اسے زیادہ کرے۔

3۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ جب صبح کو تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرہ پر خاص طور پر بشاشت تھی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہیں فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتے نے آکر مجھے کہا ہے کہ تمہاری امت میں سے جو شخص تم پر ایک بار عمدگی سے درود بھیجے گا اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کی دس نیکیاں لکھے گا۔ اس کی دس بدیاں معاف فرمائے گا اور اسے دس درجے بلند کرے گا اور ویسی ہی رحمت اس پر نازل کرے گا (جیسی اس نے تمہارے لیے مانگی ہوگی)۔ [جلاء الافہام مؤلفہ حافظ ابن قیم رح]

اس حدیث سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر درود پوری توجہ، عقد ہمت، حقیقی محبت اور دلسوزی کے ساتھ بھیجنا چاہیے۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ صلّوا علیّ فَاِنّ صلوتکم علیّ زکوۃ لکم۔ (جلاء الافہام)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مجھ پر درود بھیجا کرو۔ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ ہے۔ یہ حدیث مبارک بلاشبہ اس قرآنی آیت کی تفسیر ہے کہ:۔ ھُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔ (الاحزاب: 44)

وہی ہے جو تم پر درود (رحمت) بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالے۔ یعنی جس شخص پر اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے وہ دم بدم ظلمات سے نکلتا چلا جاتا ہے اور انوار الٰہیہ میں داخل ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ رحمت اس پر بار بار اپنا فیضان کرتی ہے حتیٰ کہ ایک وقت اس پر ایسا آجاتا ہے کہ وہ خداتعالیٰ کا خاص مقرب ہو جاتا ہے۔

امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی ایک پاک وحی بھی یہ مضمون بیان کرتی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں کہ: وصلِّ علی محمد و آلِ محمد اَلصّلاۃ ھوالمربّی۔ یعنی آنحضرت ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیجو کیونکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود بھیجنا ہی اخلاق و روحانی تربیت کا ذریعہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک مکتوب بنام چوہدری رستم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درود شریف کا تنویر باطن اور استقامت کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہی درود شریف (جو نماز میں پڑھتے ہیں۔ ناقل) پڑھیں اس کی دلی ذوق اور محبت سے مداومت کی جائے تو زیارت رسول کریم بھی ہو جاتی ہے۔ اور تنویر باطن اور استقامت دین کے لئے بھی بہت مؤثر ہے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۷)

5۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد میں نماز نفل پڑھ رہا تھا اور آنحضرت ﷺ وہیں تشریف رکھتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھے جب میں آخری تشہد کے لئے بیٹھا تو میں نے اپنے لیے دعا شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا اور اس کے بعد اپنے لیے دعا کرنے لگا اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب خدا تعالیٰ سے جو مانگنا ہو مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ (جامع ترمذی جلد ۱)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور آنحضور ﷺ پر درود بھیجنا قبولیت دعا کا ذریعہ ہے۔

6۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفا مروی ہے کہ جب تک دعا میں آنحضرت ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے اس وقت تک وہ آسمان پر نہیں پہنچتی۔ (ترمذی کتاب الوتر)

7۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تمہیں کوئی مشکل اور حاجت پیش آئے اور اس کے لیے دعا کرنے لگو تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرو پھر آنحضرت ﷺ پر درود بھیجو اور اسکے بعد اپنی ضرورت کے لیے دعا کرو، ایسے طور پر دعا کرنا حاجات کے پورا ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

(جلاء الافہام)

8۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر درود بھیجنا چھوڑا۔ اس نے جنت کی راہ کو چھوڑ دیا۔

(سنن ابن ماجہ)

9۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بکثرت درود پڑھنے والا اسی زندگی میں جنت کے اندر اپنا مقام دیکھ لیتا ہے۔ (جلاء الافہام)

10۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ پر درود بھیجنا اس سے بھی کہیں بڑھ کر گناہوں کو مٹاتا ہے جتنا کہ ٹھنڈا پانی پیاس کو۔ اور آپ پر سلام بھیجنا گردنوں کو آزاد کرنے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اور آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے یا جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ (تفسیر درمنثور)

11۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: قیامت کے روز میرے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ تعلق اور قرب رکھنے والا شخص وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا

(جامع ترمذی کتاب الوتر)

12۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا۔ قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کرونگا۔ (جلاء الافہام)

13۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور مجھ پر درود بھیجنا فقر (تنگی و غربت) کے دور ہونے کا ذریعہ ہے۔

(جلاء الافہام بحوالہ حلیہ ابی نعیم)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جو درود شریف پڑھنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ کو ہماری دعاؤں کی حاجت ہے۔ نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں یہ طریق سکھایا ہے کہ اے میرے بندو! تم جب اپنی حاجات لیکر میرے پاس آؤ، میرے پاس حاضر ہو، تو اپنی دعاؤں کو قبول کروانے اور اپنی حاجات کو پوری کرنے کا اب ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے نبی ﷺ کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچو۔ اگر تم نے یہ وسیلہ اختیار نہ کیا تو پھر تمہاری سب عبادتیں رائیگاں چلی جائیں گی۔ کیونکہ میں نے یہ سب کچھ، یہ سب کائنات، اپنے اس پیارے نبی ﷺ کے لیے پیدا کی ہے۔ (خطباتِ مسرور جلد 1 صفحہ 288)

سب سے بہتر اور افضل درود شریف

اس زمانہ کے حکم وعدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

درود شریف وہی بہتر ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہے اور وہ یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید.

ترجمہ: اے اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود بھیجا ہے۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کی آل پر برکات نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکات نازل کیں۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آپ علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ:

جو الفاظ ایک پرہیز گار کے منہ سے نکلتے ہیں ان میں ضرور کسی قدر برکت ہوتی ہے۔ پس خیال کر لینا چاہئے کہ جو پرہیز گاروں کا سردار اور نبیوں کا سپہ سالار ہے۔ اس کے منہ سے جو لفظ نکلے ہیں وہ کس قدر متبرک ہوں گے۔ غرض سب اقسام درود شریف سے یہی درود شریف زیادہ مبارک ہے۔ یہی اس عاجز کا ورد ہے۔

درود شریف پڑھنے کا وقت

درود شریف ایک نہایت اہم، عظیم الشان اور نہ صرف شرف قبول پانے والی ایک دعا ہے۔ بلکہ ایسی جامع دعا ہے جس میں سب دعائیں آ جاتی ہیں، تمام انسانی حاجات و ضروریات اور مشکلات کا حل اس کے اندر پایا جاتا ہے۔ درحقیقت اس دعا کے بعد کسی اور دعا کے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس دعا کو دوسری دعاؤں کی طرح کسی بھی وقت پڑھا جا سکتا ہے۔ صبح، دوپہر اور شام کو۔ رات کو سونے سے قبل، سو کر اٹھنے کے بعد، تہجد کے وقت، کسی بھی نماز کے اندر، نماز سے قبل اور نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں البتہ اگر کوئی شخص کوئی وقت مقرر کر کے پڑھنا چاہے تو اس کے لیے یہ اقتباس راہنما ہے۔

حضرت مسیح پاک علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں

بعد نماز مغرب و عشاء جہاں تک ممکن ہو، درود شریف بکثرت پڑھیں۔ اور دلی محبت و اخلاص سے پڑھیں۔ اگر گیارہ سو دفعہ روز مقرر کریں یا سات سو دفعہ ورد مقرر کریں تو بہتر ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمد وَ عَلٰی آلِ محمد کما صَلَّیتَ علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بَارِك علی محمد وعلی آلِ محمد کما بَارَكْتَ علی اِبراھیم و علی آلِ ابراھیم انك حمید مجید.

یہی درود شریف پڑھیں۔

فرمایا: اگر اس کی دلی ذوق اور محبت سے مداومت کی جائے تو زیارت رسول کریم بھی ہو جاتی ہے۔ اور تنویر باطن اور استقامت دین کے لیے بہت مؤثر ہے۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ ص ۶،۷)

تعداد کی پابندی

بہت سے لوگ سوال کرتے رہتے ہیں کہ درود شریف کتنی مرتبہ پڑھنا چاہئے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں کہ:

کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہئے اور اس وقت تک پڑھتے رہیں کہ جب تک ایک حالت رقت اور بے خودی اور تاثر کی پیدا ہو جائے۔ اور سینہ میں انشراح اور ذوق پایا جائے۔ (مکتوبات احمدیہ جلد اول ص ۱۸)

یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعض صحابہ کرام کو کئی سو مرتبہ بلکہ گیارہ سو مرتبہ تک بھی درود شریف پڑھنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعض احادیث میں بھی ایسا آیا ہے مگر خاکسار کی ادنیٰ رائے میں وہ ایک ذاتی معاملہ ہے اور کوئی شخص چاہے تو اپنے ذاتی حالات کے تابع کسی تعداد کی پابندی اختیار کر سکتا ہے۔ دوسرے خاص تعداد (مثلاً ۱۰۰۔ ۲۰۰۔ ۳۰۰۔ ۷۰۰۔ یا ۱۱۰۰ روزانہ) جو بتائی ہے اس سے اصل غرض بکثرت پڑھنا ہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

درود شریف کے طفیل۔۔۔۔۔۔ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں سے نکل کر انکی لاانتہاء نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت ﷺ دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔ (الحکم بتاریخ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ صفحہ ۷)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام درود شریف کی برکات کا ذاتی تجربہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم ﷺ کے مل نہیں سکتیں۔ جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور انکے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ’ھٰذا بِمَا صَلَّیتَ عَلٰی محمدٍ‘ (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۱۲۸) یعنی یہ برکات اس درود کی وجہ سے ہیں جو تو نے محمد ﷺ پر بھیجا تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل کلمات طیبات اس مضمون کے حوالہ سے نہایت اہم ہیں، آپ فرماتے ہیں:

انسان تو دراصل بندہ یعنی غلام ہے۔ غلام کا کام یہ ہوتا ہے کہ مالک جو حکم کرے، اسے قبول کرے۔ اسی طرح اگر تم چاہتے ہو کہ آنحضرت ﷺ کے فیض حاصل کرو تو ضرور ہے کہ اس کے غلام ہو جاؤ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یاعبادیَ الذینَ اَسرَفوا علی اَنفسِھم۔ اس جگہ بندوں سے مراد غلام ہی ہیں نہ کہ مخلوق۔ رسول کریم ﷺ کے بندہ ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ آپ ﷺ پر درود پڑھو اور آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرو، سب حکموں پر کاربند رہو۔ (البدر جلد ۲ نمبر ۱۴ بتاریخ ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ ص ۱۰۹)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ اس درود پاک پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ:

اللھم صَلِّ و سَلِّم وبَارِك علیهِ و آلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ و غَمِّهٖ و حزنه لِهٰذِهِ الاُمَّةِ و انزِل علیه انوار رحمتك الی الابد۔

[۔برکات الدعاء۔روحانی خزائن جلد ۶ ص:۱۱]

ترجمہ: اے اللہ درود اور سلام اور برکتیں بھیج آپ اور آپ کی آل پر۔ اتنی زیادہ رحمتیں اور برکتیں جتنے ہم و غم اور حزن آپ کے دل میں اس امت کے لیے تھے اور آپ پر اپنی رحمتوں کے انوار ہمیشہ نازل فرماتا چلا جا۔ آمین

آج کی دعا

’’الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔‘‘ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 563)

یہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ماہِ رمضان کی برکات کی محرومی سے بچنے کی دعا ہے۔

آپ روزے کے سلسلہ میں دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 563)

مرسلہ: مریم رحمٰن

20اپریل2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:38	18:42
مدینہ منورہ	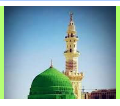	04:34	18:46
قادیان		04:28	19:01
ربوہ		04:08	18:41
اسلام آباد ٹلفورڈ	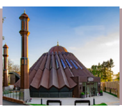	04:28	20:08